

The responsibility of woman in society in the light of Islam

معاشرے میں عورت کی ذمہ داری اسلام کی روشنی میں

* Farooque Ahmed Channa

** Mehrnisa Shaikh

Abstract

Man has been given a greatest status in this world by giving him knowledge and intellect. Man based a society by these blessings. Allah Almighty made them in male and female shape. Now both are equal in the purpose of sending them into this world. Everyone is given some responsibilities according to his/ her power and body structure. There is a difference in the physical constitution of men and women. Due to this man and woman have been given different the responsibilities of the society. The rest being the servants of the Creator, to act upon the orders of Creator, worshiping and obeying Allah Almighty and obeying Him and getting their reward in the Hereafter are equal. They will work, they will probably get reward as they acted and lived, and the man will be rewarded or punished, in the same way the woman will be rewarded also. Man treated women like animals because of his lack of knowledge. He considered women worthy only for servicing man. She owns the delicate body and thought, man kept her away from her rights due to which no responsibility was imposed on woman as she was forced to live her life with the orders of man.

Man laid the foundation of society on the basis of knowledge and intellect bestowed by Allah Almighty. The foundation of a good society and its survival depends on the character and responsibility of its inhabitants. According to their mental and physical constitution, Allah Almighty has set a law to guide human beings, set certain limits and imposed certain responsibilities. In Islam, men and women are often equated in the responsibilities, except for a few responsibilities because of their physical structure and strength. A study of Islamic educations on the rights of man and woman it clearly shows that no other religion has given woman equal rights, status and dignity such that Islam has given. Islam, which gives a complete system of living, commands human beings to fulfill their rights, declares reward and punishment in the hereafter, in the same way, commands a woman to fulfill her responsibilities in society according to her constitution. Due to her delicate temperament, she could not be free to say before Allah Almighty that there was such an environment, the attitude of men was such that she could not fulfill her responsibilities.

A good society comes into being when men and women fulfill their responsibilities. Just as a man is considered to be one, so a woman is an important part of society, just as the center has certain duties, so does a woman have some duties. Whether it is the field of education or the material development of inventions or morals, the struggle for survival of life or the attempt to make race a useful member of society, women have the same responsibilities as men in all matters. Every woman can fulfill her duty in the society by fulfilling her responsibilities in the society keeping in view the Islamic teachings. This article is about the social and economic responsibilities of women in the light of Islam.

Key words: Islam, Woman, Responsibility, Education, Society

* PhD Scholar, Department of comparative religion and Islamic culture, university of Sindh Jamshoro.

** M.Phil Scholar, Department of comparative religion and Islamic culture, university of Sindh Jamshoro.

اللہ رب العزت نے جتنی بھی مخلوقات تخلیق فرمائی ہے ان سب میں سے حضرت انسان کو سب سے زیادہ محترم و مکرم بنایا۔ انسان کو علم، عقل اور شعور عطا فرمایا۔ انسان کو احساسات اور نفسانی خواہشوں کے گھیرے میں رکھا۔ انسان کو سماجی جانور (Social Animal) کہا جاتا ہے۔ کیوں کہ مل جل کر رہنا انسان کی ضرورت بھی ہے اور مجبوری بھی۔ انسان کی بقاء، ارتقا اور اپنے نسل کی افزائش، پرورش اور بقاء کے لئے مل کر رہنا ایک لازمی امر بن گیا۔ جس وجہ سے سماج وجود میں آیا۔ اللہ رب العزت نے انسان کو دو جنسوں مذکر یعنی مرد اور دوسری مؤنث یعنی عورت میں تقسیم فرمایا۔ ان دونوں کی فطری بناوت بھی کچھ مختلف رکھی۔ مرد کو عورت کے مقابلے میں کچھ زیادہ قوی بنایا اور اس کو احساسات کے معاملے میں بھی کچھ زیادہ مضبوط بنایا۔ عورت کی جسمانی بناوت نفیس رکھی اور اس کے اندر فطری طور پر احساسات کا مادہ بھی کچھ زیادہ رکھا۔

مرد اور عورت کی نفسیات میں بھی فرق رکھا گیا، مگر ایک معاشرے کی ارتقا، بقاء، فلاح، اصلاح اور ترقی کا مدار دونوں پر برابر رکھا گیا۔ دونوں معاشرے کا لازمی حصہ ہیں۔ اللہ رب العزت نے مرد اور عورت کو نفسیات اور ساخت کے اعتبار سے فرائض اور ذمہ داریوں کے لحاظ سے الگ الگ رکھا ہے۔ کچھ فرائض مرد کے ذمہ لگائے ہیں تو کچھ فرائض عورت کے ذمہ لگائے ہیں۔ کچھ کام کرنا مرد کی ذمہ داری بن جاتے ہیں تو کچھ کام کرنا عورت کی ذمہ داری بن جاتے ہیں۔ ان فرائض اور کاموں میں کچھ کاموں کو صرف مرد کے لئے مخصوص رکھا گیا ہے۔ ایسے کام کرنے کی عورت کو اجازت نہیں دی گئی۔ بلکہ اسی طرح جو کام صرف عورت کے ذمہ لگائے گئے ہیں وہ کام مرد نہیں کر سکتا۔ اس آرٹیکل میں ان کی کچھ ذمہ داریوں کو بیان کیا گیا ہے۔

انسانی ضرورت

انسان کی فطرت ہے کہ وہ مل جل کر رہنے کو پسند کرتا ہے۔ انسان کبھی بھی تنہا رہنا پسند نہیں کرتا، پھر وہ چاہے مرد ہو چاہے عورت ہو مگر اجتماعیت اس کی فطرت میں شامل ہوتی ہے۔ انسان اپنی زندگی کی شروعات خاندانی نظام سے کرتا ہے۔ یہ ہی نظام کچھ مختلف مراحل سے گذر کر ایک سماج کی حیثیت اختیار کر لیتا ہے۔ اس سماج یا معاشرے میں مختلف کاموں اور مختلف ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لئے کچھ افراد مخصوص کیے جاتے ہیں جو ان فرائض کو پورا کرتے رہتے ہیں۔ ہر فرد اپنی ذمہ داری سے اچھی طرح واقف ہوتا ہے اور اس کو پورا کرنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے۔ اس میں مردوں اور عورتوں کو ان کی وسعت کے برابر ذمہ داری ملی ہوئی ہوتی ہے۔

مرد اور عورت عبادت اور حیثیت میں برابر ہیں

”وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْنَهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ“

ترجمہ: ”اور ان عورتوں کو معروف طریقے کے مطابق ویسے ہی حقوق حاصل ہیں جیسے (مردوں کو) ان پر

حاصل ہیں۔“

قرآن مجید کے حکم کے تحت ایسا ہر گز نہیں ہے کہ عورتوں پر فرائض کا وزن زیادہ ڈالا گیا ہو اور ان کو مردوں کے برابر حقوق حاصل نہ ہوں یا کم ہوں۔ اس سلسلے میں عرف و عادت اور وقت کی تقاضا کے مطابق حقوق اور فرائض میں برابری کرنا معاشرے کی ضرورت اور قرآن مجید

کی چاہت ہے۔ قرآن مجید نے اس سے کے لیے معروف کالفظ استعمال کیا ہے، جس کا مفہوم امام بیضاوی قانونی قاعدوں اور ضابطوں کی پابندی کرنا اور رائج قانون انسانیت سے ہم آہنگ ہونا بیان کیا ہے۔^۲

مذکورہ آیت میں عورتوں کے حقوق کا ذکر مردوں کے حقوق سے مقدم رکھا گیا ہے۔ اس لئے کہ مرد اکثر کراوات اپنی طاقت، قوت اور زور بازو سے عورتوں سے اپنے حقوق لے لیتا ہے، ان کے مقابلے میں عورت زیادہ تر اپنے حقوق کو حاصل کرنے کے لیے طاقت کا استعمال نہیں کرتی، اس وجہ سے خوب اہتمام کے ساتھ عورتوں کے حقوق کو ذکر کیا گیا ہے۔ مرد حضرات کو چاہئے کہ عورتوں کے حقوق ادا کرنے میں پہل کرے۔^۳

مرد اور عورت کی ذمہ داریوں کی تقسیم از روئے اسلام

مرد اور عورت کی ساخت اور نفسیات میں فرق کی بنا پر معاشرے کی ذمہ داریاں بھی قدرے الگ ہیں۔ عورت کو صنف نازک بنایا گیا ہے تو اس پر ذمہ داریاں بھی اسی اعتبار سے عائد کی گئی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: كُلُّكُمْ رَاعٍ فَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، فَالْأَمِيرُ الَّذِي عَلَى النَّاسِ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْهُمْ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْهُمْ، وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلَى بَيْتِ بَعْلِهَا وَوَلَدِهِ وَهِيَ مَسْئُولَةٌ عَنْهُمْ، وَالْعَبْدُ رَاعٍ عَلَى مَالِ سَيِّدِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْهُ، أَلَا فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ“

ترجمہ: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”تم میں سے ہر شخص حاکم ہے اور اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہو گا۔ پس لوگوں کا واقعی امیر ایک حاکم ہے اور اس سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہو گا۔ اور ہر آدمی اپنے گھر والوں پر حاکم ہے اور اس سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہو گا۔ اور عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کے بچوں پر حاکم ہے اس سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہو گا۔ اور غلام اپنے آقا (سید) کے مال کا حاکم ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہو گا۔ پس جان لو کہ تم میں سے ہر ایک حاکم ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں (قیامت کے دن) پوچھ ہو گی۔“

اس حدیث کے تحت ہر شخص اپنے ماتحت لوگوں کا مسئول بنتا ہے۔ حدیث مبارک میں راعی کالفظ استعمال ہوا ہے۔ لغت کے اعتبار سے راعی کا معنی سنبھالنے والا، ذمہ دار، چرواہا اور حاکم ہے۔ عربی زبان میں راعی چرواہے کو کہا جاتا ہے۔ اس لحاظ سے اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح ایک چرواہا اپنے ریوڑ کا ذمہ دار ہوتا ہے، اسی طرح ہر شخص اپنے ماتحت جتنے بھی لوگ ہوں، چاہے گھر کے افراد ہوں چاہے عہدے کی بدولت ہوں وہ ان کی ذمہ داری میں ہیں۔ اس سے ان سب کے بارے میں سوال ہو گا۔ اسی حدیث میں (وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلَى بَيْتِ بَعْلِهَا وَوَلَدِهِ وَهِيَ مَسْئُولَةٌ عَنْهُمْ) کا اضافہ بھی ہے۔ یعنی جس طرح مرد اپنے سب ماتحت لوگوں کا ذمہ دار ہے ویسے عورت بھی اپنے شوہر کے گھر کی مسئلہ ہے۔ گھر کے معاملات کے بارے میں اس سے سوال ہو گا۔ وہ اس کی ذمہ داری میں آتے ہیں۔ تجربہ بھی یہ ہی بتاتا ہے کہ گھر کی چار دیواری کے

اندر کے جو کام عورت کر سکتی ہے وہ مرد عورت کی طرح سرانجام نہیں دے سکتا۔ گھر کی صفائی، چیزوں کا سلیقہ سے رکھنا، گھر کو بنانا، گھر کو سجانا سنوارنا، گھر میں موجود چیزوں کی ترتیب اور گھر کی زیبائش وغیرہ جیسے کام مرد کے مقابلے میں عورت بہتر طریقے سے کر سکتی ہے۔ زندگی کی ضروریات کو پورا کرنا اور گھر کو چلانے کے لئے کمانے کا کام مرد کے ذمہ ہوتا ہے۔ مرد اپنا اکثر وقت گھر اور بچوں سے دور گزارتا ہے۔ اس لئے بچوں کی تربیت، پرورش، ذہن سازی، ان کی اخلاقی تعمیر وغیرہ جیسے اہم کام بھی عورت ہی مرد کے مقابلے میں بہتر انداز سے سرانجام دے سکتی ہے۔ بچہ اپنی پیدائش سے لے کر عمر کے ایک خاص حصہ تک زیادہ وقت اپنی ماں کی ہی نگرانی میں رہتا ہے۔ اسی دور میں ہی اس کی پرورش، تربیت، ذہنی ارتقاء، سوچ، فکر، اخلاق اور کردار کی ابتدا ہوتی ہے اور اسی دور میں ہی بچے کی زندگی کے کردار اور اخلاق کی بنیاد بنتی ہے۔ یہ ذمہ عورت کے ہی سپرد ہوتا ہے۔

عورت کی سماجی ذمہ داری کی شروعات گھر کی چار دیواری کے اندر سے ہی شروع ہوتی ہے۔ گھر یعنی عمارت کو سنبھالنا، اس کو آرائش کے قابل رکھنا، گھر کے ماحول کو کو سنبھالنا اور بچوں کی پرورش اور تربیت عورت کی بنیادی اور سب سے بڑی ذمہ داری ہے۔ اسلام نے عورت کو گھر کی جو ذمہ داری دی ہے وہی اچھے معاشرے کی بنیاد ہے۔ اسلام نے عورت کو گھر سے نکل کر کما کر لانے اور گھر کا خرچہ نوکری کر کے پورا کرنے کا مکلف نہیں بنایا۔ اسلام ضرورت کے وقت اس کی اجازت دیتا ہے۔ وہ ایک الگ موضوع ہے، مگر عام حالات میں عورت کو ایسے مشکل کاموں سے آزاد رکھ کر معاشرے کے اچھے افراد کو تیار کرنے کی ذمہ داری دی ہے۔ اچھی تربیت پانے والے افراد اچھا معاشرہ تشکیل دیتے ہیں اور اچھی تربیت پانے والے لوگ ہی معاشرے کی ترقی اور بقا کا لازمی عنصر ہوتے ہیں۔

عورت کی زندگی کو ہم اگر مختلف زاویوں سے دیکھیں تو عورت پہلے بیٹی، بہن پھر بیوی اور ماں کے روپ میں نظر آتی ہے۔ ان زاویوں کی کچھ سماجی ذمہ داریاں یہ ہیں۔

بحیثیت بیٹی

ہر انسان جب جنم لیتا ہے تو وہ بالکل کمزور اور بے بس ہوتا ہے۔ وہ اپنی ارتقاء، حفاظت، کھانے پینے اور اپنے بقا کے لئے دوسرے کے سہارے کا محتاج ہوتا ہے۔ یہ سہارا ماں اور باپ کے روپ میں اسے ملتا ہے۔ یہ دوسہارے اس کی ہر چیز کے محافظ اور ذمہ دار ہوتے ہیں۔ جب بیٹی پیدا ہوتی ہے تو وہ اپنے ماں باپ کا کھلونا ہوتی ہے۔ اس کے ذمہ صرف کھانا اور سونا ہی ہوتا ہے۔ جب وہ آہستہ آہستہ پروان چڑھنے لگتی ہے تو اس کی پرورش اور بھی زیادہ توجہ طلب بن جاتی ہے۔ بچپن کی عمر میں اس ننھی سی جان کی ذمہ داری تعلیم حاصل کرنا اور گھر کے ہلکے پھلکے کاموں میں اپنی امی جان کا ہاتھ بٹانا ہی ہوتی ہے۔ جب وہ بڑی ہو جاتی ہے تو اپنی عصمت کی حفاظت کرنا، تعلیم حاصل کرنا، چھوٹے بھائی بہنوں کی دیکھ بھال، تربیت اور گھر کے کاموں میں اپنی ماں کا ساتھ دینا اور باپ کی خدمت کرنا ذمہ بن جاتا ہے۔

بحیثیت بہن

عورت کی زندگی میں بحیثیت بہن دو طرح کی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ ایک بڑی بہن کی حیثیت سے دوسری چھوٹی بہن ہونے کی حیثیت سے۔ بڑی بہن کو ماں کا روپ ملتا ہے۔ اس حیثیت سے جب اس کے چھوٹے بہن بھائی بھی گھر میں موجود ہوتے ہیں تو ماں کی ذمہ داری کو

تقسیم کرنا بڑی بہن کے سر پر آجاتا ہے۔ جیسے: چھوٹے بہن بھائیوں کی دیکھ بھال، حفاظت، تربیت اور سنبھالنا اور گھر داری کو سنبھالنا وغیرہ۔ جب ماں گھر کی باقی ذمہ داریوں میں مصروف رہتی ہے تو بڑی بیٹی پر یہ ذمہ داری آجاتی ہے کہ وہ اپنے چھوٹے بہن بھائیوں کی پرورش اور تربیت میں اپنی ماں کا سہارا بنے۔ چھوٹی بہن کی ذمہ داری وہی ہوتی ہے جو ایک بیٹی کی ہوتی ہے۔

بحیثیت بیوی

عورت پر ہر حیثیت سے ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں مگر جب ایک عورت بیوی یا ماں بنتی ہے تو اس وقت اس پر بہت ساری ذمہ داریاں آجاتی ہیں۔ عورت جب بیوی بنتی ہے تو اس پر شوہر کی خدمت کرنا اور گھر کے کام کاج کو سرانجام دینا اس پر لازم ہو جاتا ہے۔ مرد کما کر لانے اور گھر والوں کی ضروریات کو پورا کرنے والا ہوتا ہے اور بیوی پورے گھر اور گھر میں رہنے والے سارے افراد کی محافظ ہوتی ہے۔ بیوی پر اپنی اور اپنے شوہر کی نئی نسل کی تربیت اور حفاظت کا ذمہ سارے ذموں سے زیادہ اہم ہوتا ہے۔ اللہ رب العزت اپنے کلام میں ارشاد فرماتا ہے:

”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا“^۵

ترجمہ: ”اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو اس آگ سے بچاؤ۔“

اللہ رب العزت کے اس حکم کے زمرے میں مرد کے ساتھ عورت بھی شامل ہے۔ معاشرے کی تعمیر، ترقی اور اصلاح میں عورت مرد کے مساوی ہے۔

اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

”قَالَطَّلِحْتُ فَنِدْتُ حَفِظْتُ لِلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللَّهُ“^۶

ترجمہ: ”پس نیک بیویاں، اطاعت شعار ہوتی ہیں شوہروں کی عدم موجودگی میں اللہ کی حفاظت کے ساتھ

(اپنی عزت کی) حفاظت کرنے والی ہوتی ہیں“

اللہ رب العزت نے اپنے کلام میں عورت کو بحیثیت بیوی جو ذمہ داری پوری کرنی ہے اس کی طرف رہنمائی کر دی ہے۔

بحیثیت ماں

عورت کی زندگی کی سب سے بڑی ذمہ داری اس وقت آتی ہے جب وہ ماں بنتی ہے۔ بچے کی سب سے پہلی درسگاہ اس کی ماں کی گود ہوتی ہے۔ جہاں سے اس کی اصل تعلیم و تربیت کی ابتدا ہوتی ہے۔ بچے کا اکثر وقت اس کی ماں کے ساتھ گزرتا ہے۔ بچہ اپنی ماں کا اثر قبول کرتا ہے۔ ماں کے ہر برے اور اچھے کام کا اثر اس کے اوپر پڑتا ہے۔ اب وہ بھی ایک ماں ہی کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ اپنی اولاد کی تربیت کے فریضے کو احسن طریقے سے سرانجام دے۔ خاص کر بیٹی کی جس طرح تربیت کرتی ہے پھر جب وہ خود ماں بن جاتی ہے تو وہ اپنی اولاد کی بھی ویسے ہی تربیت کرے گی۔ ایک ماں کی تعلیم و تربیت اس کے اپنے والدین کی دی ہوئی تعلیم و تربیت کی عکاسی کرتی ہے۔ ماں کا رویہ بھی اولاد کی تربیت بن جاتا ہے۔ کچھ مائیں بے خبری میں اپنی اولاد کو اپنے رویوں سے اچھے اخلاق سے مزین کرتی ہیں تو کچھ مائیں اپنے رویوں سے لاعلمی میں ہی اخلاق رذیلہ جیسے جھوٹ بولنا، غیبت کرنا، دھوکا دینا، گندی زبان استعمال کرنا، فریب سے کام لینا وغیرہ سکھاتی ہیں۔

عورت معاشرے کا بڑا ذمہ اٹھاتی ہے۔ اسلام نے عورت کو جو ذمہ داری سونپی ہے وہ گھر کو سنبھالنا اور نئی نسل کی تربیت کرنا ہے۔ آنے والی نسل کل جس کے کاندھوں پر معاشرے کا سارا ذمہ ہوگا، اس کی تعلیم و تربیت کی اہم ترین ذمہ داری اس صنف نازک کے کاندھوں پر

ہی رکھی گئی ہے۔ عورت اپنے بچوں کی دینی اور دنیاوی تربیت کی ذمہ دار ہوتی ہے۔ ایک ماں ہی کے ذمہ ہے کہ وہ اپنی اولاد کو عمدہ اخلاق، سچائی، ایمانداری، دیانتداری اور حیاء والا بنائے۔ اس کو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں پروان چڑھائے، اس کے کردار کو سنوارنے کی جستجو کرے۔ اسلام نے عورت کو پردہ میں رہ کر سماجی خدمات کی بھی اجازت دی ہے۔ معاشرے میں کچھ ایسی اہم ضروریات ہیں جن کو پورا کرنے کے لئے عورت کی ہی ضرورت پڑتی ہے۔ جیسے عورتوں کو جو مخصوص نسوانی امراض لاحق ہوتے ہیں تو عورتوں کے مخصوص مسائل کا علاج کرنے کے لئے ایک ماہر عورت ڈاکٹر کی ہی ضرورت پڑتی ہے۔ یہ بھی عورت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس میدان میں بھی اپنی خدمات سرانجام دے۔ ایسے معاملات میں بھی اسلام نے عورتوں کو مرد کے برابر حقوق دیئے ہیں۔ آج کل کے معاشرے میں انسان کو عزت و مرتبہ اس کے جاہ و جلال اور معاشی حیثیت کے حساب سے ملتا ہے۔ اسلام اس کے برعکس تقویٰ اور پرہیزگاری کو مقدم رکھتا ہے۔

اسلام سے پہلے دنیا کے سب معاشروں اور نظاموں میں عورت کو معاشی حیثیت سے بہت ہی کمزور رکھا گیا تھا۔ اس وجہ سے عورت مظلوم اور بچاری بن کر رہ گئی۔ مغرب نے عورت کو اس مظلومیت اور بچاری سے نکالنے کے لئے اس کو گھر سے باہر نکال کر مختلف اداروں اور آفیسوں کی زینت بنادیا۔ عورت کو گھر سے نکال کر اس کو کمانے پر لگا دیا۔ عورت اپنی بچاری اور مظلومیت سے کیا نکلتی الٹا وہ اپنے گھر میں ملنے والی عزت، احترام اور درجے کو بھی گنوا بیٹھی۔ عورت کا گھر سے باہر نکل کر کمانائی خرابیوں کی وجہ بنا اور عورت معاشرے میں ایک کھلونا کہیں یا تماشا کہیں بن کر رہ گئی۔ اسلام نے عورت کو اس کا اصل مرتبہ عطا کیا، عورت کو گھر کی ملکہ بنانے کے ساتھ ساتھ جنت کے حصول کا اہم ذریعہ اس کی خدمت کو بنادیا۔ اسلام نے عورت کو اس کے حقوق دے کر اس کا مرتبہ بڑھا دیا۔ عورت کو کئی مشکلات سے نکالا۔ اسلام نے عورت کو اعلیٰ مقام عطا کرنے کے ساتھ جن پریشانیوں اور مشکلات سے آزاد رکھا وہ کچھ اس طرح ہیں۔

۱۔ اسلام نے عورت کو نان و نفقہ سے بے فکر بنایا اور وہ ہر حال میں مرد کے ذمہ لگایا ہے۔ یعنی عورت جب بیٹی ہے تو باپ کے ذمہ، بہن ہے تو بھائی کے ذمہ، بیوی ہے تو شوہر کے ذمہ اور ماں ہے تو بیٹے کے ذمہ اس کا نان و نفقہ واجب کر دیا۔ اس بارے میں قرآن مجید کا فرمان ہے کہ:

”عَلَى الْمَوْلَاةِ قَدْرُهَا وَعَلَى الْمَوْلَاةِ قَدْرُهَا مَتَاعًا بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِينَ“

ترجمہ: ”خوشحال اپنے انداز سے اور تنگدست اپنی طاقت کے مطابق دستور کے مطابق اچھا فائدہ دے بھلائی کرنے والوں پر یہ لازم ہے۔“

۲۔ مہر: مرد پر مہر دینا بھی لازم قرار دیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ:

”وَأَتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً ۚ فَإِنْ طِبَّنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هٰذَا بِمَرْتَبَةٍ“

ترجمہ: ”عورتوں کا ان کا حق مہر خوشی سے ادا کرو اگر وہ اپنی خوشی سے اس میں سے کچھ حصہ تمہیں معاف کر دیں تو اس کو خوشی اور مزے سے کھاؤ۔“

۳۔ وراثت: حالانکہ عورت پر خرچ کا بوج نہیں ہوتا مگر پھر بھی اسلام نے وراثت میں عورتوں کا باقاعدہ حصہ مقرر کیا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”لِّلَّذِیْكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثٰی“

ترجمہ: ”مرد کو دو عورتوں کے برابر حصہ ملے گا۔“

اس آیت کے حساب سے عورت کو کم حصہ ملنا سمجھ میں آتا ہے، مگر جب مرد کے مقابلے میں عورت کے خرچ کو دیکھا جائے تو پھر میراث کا حصہ کافی نظر آئے گا۔ بیشک مرد کو عورت کے مقابلے میں وراثت کا دو گنا حصہ ملتا ہے مگر اس کو ہر صورت میں عورت پر خرچ کرنا لازم

بھی ہوتا ہے اور اس پر معاشی ذمہ داری بھی زیادہ ہوتی ہے۔ جب کے عورت پر کسی پر بھی خرچ کرنا لازم نہیں۔ یعنی عورت پر خرچ کرنا واجب نہیں لیکن پھر بھی اس کو سب کی طرف سے میراث کا حصہ ملتا ہے۔ عورت کو اپنے باپ کی طرف سے، اپنے شوہر کی طرف سے، اپنی اولاد کی طرف سے اور دوسرے قریبی رشتہ داروں کی طرف سے وراثت کا حصہ ملتا ہے۔ عورت اپنی جائیداد کی خود مالک ہوتی ہے۔ وہ اپنی جائیداد صرف کرنے میں خود مختار ہوتی ہے۔ وہ اس میں سے اپنی مرضی کے مطابق جس پر چاہے، جب چاہے، جتنا چاہے خرچ کرے مگر اسلام اس کو کسی پر خرچ کرنے کا پابند نہیں بناتا۔ وہ اپنی مرضی سے اپنے شوہر، اپنی اولاد یا کسی بھی رشتہ دار پر خرچ کرے، چاہے بہہ کر دے چاہے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرے۔ عورت اگر خود کمائی ہے تو اس صورت میں بھی وہ اپنی کمائی کی مالک ہوتی ہے، پھر بھی اس کا نان نفقہ اس کے شوہر پر ہی لازم ہے۔ اب چاہے عورت کمائے یا نہ کمائے۔

اسلام سے پہلے عورتوں کو ان کے حقوق حاصل نہ تھے۔ ان کے ساتھ جانوروں سے بھی بدتر سلوک روا رکھا جاتا تھا۔ اسلام نے عورتوں کو ان کے جائز حقوق عطا کیے اور عزت والی زندگی بخشی۔ اس کو مرد کے برابر شریعت کے احکامات، قدر و قیمت، جزا و سزا اور حقوق دیئے۔ اسلام نے جو فضیلت کا درجہ رکھا ہے وہ تقویٰ اور پرہیزگاری کی بنیاد پر ہی رکھا ہے۔ اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں اکثر مقامات پر مذکر کے صیغے استعمال فرمائے ہیں، یہ باتیں صرف قرآن مجید کے ساتھ ہی مخصوص نہیں بلکہ عام طور پر حکومتوں کے قوانین میں بھی مذکر کے صیغے مقرر ہوتے ہیں۔^{۱۰} ہر ذی عقل اور ذی شعور انسان یہ بات با آسانی سمجھ لیتا ہے کہ ان قوانین کے اندر مرد اور عورت یکساں شامل ہوتے ہیں۔ اس کا جنس کے فرق کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ انصار کی ایک عورت حضرت ام عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہا دربار رسالت میں حاضر ہوئی اور عرض کرنے لگی: اے اللہ کے رسول (ﷺ) قرآن مجید میں اکثر مقامات پر مرد حضرات کے لیے مذکر کے صیغے استعمال کیے گئے ہیں، ان احکامات کے زمرے میں ہم کو بھی مردوں کی وساطت سے ہی شامل کیا گیا ہے، مگر ہم چاہتی ہیں کہ ہم کو بھی ہمارا مالک و خالق مونث کے صیغے کے ساتھ یاد فرمائے، یا اپنے کلام میں کوئی ایسی آیت نازل فرمائے جس میں مرد حضرات کو الگ اور ہم کو الگ صیغے سے خطاب کی سعادت نصیب ہو جائے۔ حضرت ام عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مذکورہ باتوں کے بعد اللہ رب العزت نے قرآن مجید کی یہ آیت نازل فرمائی:

”إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْقَنَاتِ وَالْقَنَاتِ وَالصَّادِقِينَ وَالصَّادِقَاتِ وَالصَّابِرِينَ وَالصَّابِرَاتِ وَالْخَاشِعِينَ وَالْخَاشِعَاتِ وَالْمُتَصَدِّقِينَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ وَالصَّامِتِينَ وَالصَّامِتَاتِ وَالْخَافِظِينَ وَالْخَافِظَاتِ وَالْحَافِظِينَ وَالْحَافِظَاتِ وَالذَّكِرِينَ وَالذَّكِرَاتِ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا“

ترجمہ: ”بیشک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور مومن مرد اور مومن عورتیں اور فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں اور سچے مرد اور سچی عورتیں اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں اور اللہ کے سامنے عاجزی کرنے والے مرد اور اللہ کے سامنے عاجزی کرنے والی عورتیں اور صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں اور ذکر کرنے والی عورتیں اور صدقہ کرنے والے مرد اور روزہ دار مرد اور روزہ دار عورتیں اور اپنی عصمت کی حفاظت کرنے والے (پاک دامن) مرد اور اپنی عصمت کی حفاظت کرنے

والی عورتیں اور کثرت سے ذکر کرنے والے مرد اور کثرت سے ذکر کرنے والی عورتیں اللہ نے ان (سب) کے لئے بخشش اور بہت بڑا ثواب تیار کر کے رکھا ہے۔“

اس آیت میں اللہ رب العزت نے مردوں کے ساتھ عورتوں کو الگ سے ذکر فرما کر اس بات کو واضح فرمادیا کہ بنیادی فرائض میں مرد

اور عورت برابر ہیں اور ایک ہی جیسی حیثیت رکھتے ہیں۔ اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں دوسری جگہ فرمایا:

”فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّمَّنْ ذَكَرَ أَوْ أُنْشِيَ بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ فَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَأُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأُوذُوا فِي سَبِيلِي وَقُتِلُوا أَوْ قَتِلُوا أَلَا كَفَّرَنَّا عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَا دَخَلَتْهُمْ جَهَنَّمُ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ تَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ ۖ وَاللَّهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الثَّوَابِ“^{۱۲}

ترجمہ: ”پس ان کے رب نے ان کی دعا قبول فرمائی کہ تم میں سے کسی عمل کرنے والے کا عمل پھر وہ مرد ہو چاہے عورت ہر گز بھی ضائع نہیں کرتا۔ تم آپس میں ایک دوسرے کی ہم جنس ہو، اس لیے جن لوگوں نے ہجرت کی اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور میری راہ میں ان کو تکالیف دی گئیں اور جنہوں نے جہاد کیا اور شہید کئے گئے، میں ضرور ان کی برائیوں کو ان سے دور کر دوں گا اور ضرور ان کو جنت میں داخل کر دوں گا، ایسی جنتیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، یہ ہے اللہ کی طرف سے ثواب اور اللہ کے پاس بہترین اجر ہے۔“

اسی بات کو اللہ رب العزت نے سورۃ النحل میں یوں فرمایا:

”مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْشِيَ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ“^{۱۳}

ترجمہ: ”جو مرد یا عورتوں میں سے نیک اعمال کرے اور مومن بھی ہو تو ہم ان کو پاکیزہ زندگی عطا کریں گے اور ہم ان کو ان کے کیے گئے اچھے اعمال کا اجر (ثواب) بھی دیں گے۔“

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ بنت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ:

”عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: سَأَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الرَّجُلِ يَجِدُ الْبَلَلَ وَلَا يَذْكُرُ احْتِلَامًا، قَالَ: يَغْتَسِلُ، وَعَنِ الرَّجُلِ يَرَى أَنَّهُ قَدْ احْتَلَمَ وَلَا يَجِدُ الْبَلَلَ، قَالَ: لَا غُسْلَ عَلَيْهِ، فَقَالَتْ أُمُّ سَلِيمٍ: الْمَرْأَةُ تَرَى ذَلِكَ، أَعْلَيْهَا غُسْلٌ؟ قَالَ: نَعَمْ، إِنَّمَا النِّسَاءُ شَقَائِقُ الرِّجَالِ۔“^{۱۴}

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ ایک شخص (کپڑے پر) تری دیکھے اور اسے احتلام یاد نہ ہو تو کیا کرے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ غسل کرے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص کو ایسا محسوس ہو رہا ہو کہ اسے احتلام ہوا ہے، مگر وہ تری نہ دیکھے، تو کیا کرے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس پر غسل نہیں ہے۔ یہ سن کر ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا: اگر عورت (خواب

(میں) یہی دیکھے تو کیا اس پر بھی غسل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں، کیونکہ عورتیں (اصل خلقت اور طبیعت میں) مردوں ہی کی طرح ہیں۔“

اس حدیث کی وضاحت میں امام ابن قیمؒ لکھتے ہیں کہ: ”بے شک مرد اور عورتیں ہم پلہ اور ایک دوسرے جیسے ہیں۔ اس بات کے اعتبار سے دونوں کے درمیان کوئی بھی فرق اور تضاد نہیں ہے اور یہ ان کی فطرت سے تصدیق شدہ معلوم حقیقت کی دلیل ہے تو دو برابر اور ایک جیسی چیزوں کا حکم ایک جیسا ہی ہوتا ہے۔“^{۱۵}

عورت اور مرد کی ذمہ داری

گھریلو زندگی میں مرد اور عورت کا باہمی تعاون اور برداشت کرنے کا رویہ ایک اہم کردار ادا کرتا ہے۔ بالکل ایسا ہی ہے گویا دونوں کا ایک دوسرے سے ایک قسم کا بلواسطہ معاہدہ کیا ہوا ہوتا ہے۔ دونوں کے ذمے کچھ ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں جن سے دونوں اچھی طرح سے واقف بھی ہوتے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کے فرمان کا مفہوم کچھ اس طرح ہے کہ: ”عورتوں کو بچوں کی پرورش اور پالنا کی فطری اور طبعی طور پر زیادہ سمجھ بوجھ ہوتی ہے۔ ان میں شرم و حیا کا مادہ کچھ زیادہ ہی غالب ہوتا ہے۔ اس میں گھر کے اندر مستقل رہنے کا مزاج بھی کچھ زیادہ پایا جاتا ہے، گھر کے مختلف کاموں میں اس کو زیادہ مہارت اور تجربہ ہوتا ہے اور اکثر معاملات میں ہدایات کو قبول کرنے کی اہلیت و صلاحیت بھی زیادہ ہوتی ہے۔ اس کے برعکس مرد جذباتوں کے مقابلے میں عقل اور دوراندیشی میں اس سے زیادہ ہوتا ہے اور بچاؤ اور حفاظت کے حوالے سے بھی زیادہ شدت اور قوت والا ہوتا ہے۔ وہ مشکل کاموں میں دخل اندازی کرنے کی جرأت بھی کرتا ہے، وہ غلبہ پانے، بحث مباحثہ اور غیرت کے کاموں میں بھی عورت کے مقابلے میں کچھ زیادہ ہوتا ہے۔ اسی طرح مرد اور عورت کی زندگی ایک دوسرے کے سوانا مکمل ہے اور دونوں ایک دوسرے کے محتاج بھی ہوتے ہیں۔“^{۱۶}

ایک خاندان سے لے کر ایک مہذب معاشرے کے قیام اور بقا کے لئے ان دونوں مختلف جنسوں کے درمیان جب ازواجی معاہدہ ہوتا ہے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ فطری تقسیم وجود میں آجائے۔ اس تقسیم میں دونوں مرد اور عورت کی فطری اور جسمانی بناوت کو ملحوظ رکھنا بے حد ضروری ہے۔ عورت کی فطرت میں بچے جننا، ان کی نشوونما اور پرورش کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے۔ عورت کی فطرت میں حمل اور دودھ پلانے کا عمل ہے جو مرد کی فطرت میں نہیں ہوتا۔ مرد کے اندر کما کر لانا، حفاظت کرنا اور فیصلہ کرنا وغیرہ جیسے عمل کرنے کی بھرپور صلاحیت موجود ہوتی ہے۔ فطری طور پر مرد عورت کے مقابلے میں زیادہ مشقت برداشت کرنے کے ساتھ ساتھ جسمانی بناوت میں بھی زیادہ مضبوط ساخت کا حامل ہے۔ عورت کی صنف نازک ہوتی ہے، جس کی وجہ سے اسلام نے عورت کی اس فطری اور طبعی بناوت کو ملحوظ نظر رکھتے ہوئے عورت کی ہر محنت، مشقت اور قربانی کو عبادت اور جہاد کے برابر درجہ عطا کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ: کیا تم عورتوں میں سے کوئی اس بات پر راضی نہیں کہ جب عورت اپنے شوہر سے حاملہ ہو جائے اور وہ اس سے مطمئن ہو تو حمل کے اس پورے عرصے میں اتنا ہی اجر اور ثواب حاصل کرے گی جتنا اجر اور ثواب ایک روزہ دار اور اللہ کی راہ میں شب بیدار مجاہد کو ملتا ہے اور بچے کی پیدائش کے وقت والے درد اور تکلیف کے بدلے میں جو اجر اور ثواب ہے اس کے بارے میں آسمان اور زمین والے تو جانتے ہی نہیں کہ اس میں اس کی آنکھوں کے لئے

کتنی راحت پوشیدہ رکھی گئی ہے۔ جب وہ بچے کو جنم دیتی ہے اور اس کو اپنا دودھ پلاتی ہے تو دودھ کے ہر ایک گھونٹ کے بدلے میں اس کو ایک نیکی ملتی رہتی ہے اور جب بچہ پوری رات اس کو جگا کر رکھتا ہے تو اس کا اجر اللہ کی راہ میں ۷۰ غلام آزاد کرنے کے برابر ملتا ہے۔^{۱۷} سنن ابی داؤد میں اس طرح روایت ہے کہ:

”عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَا وَامْرَأَةٌ سَفَعَاءُ الْخَدَّيْنِ كَهَاتَيْنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَأَوْمَأَ يَزِيدُ بِالْأُشْطَى وَالسَّبَابَةِ، امْرَأَةٌ آمَتْ مِنْ زَوْجِهَا ذَاتُ مَنْصَبٍ وَجَمَالٍ حَبَسَتْ نَفْسَهَا عَلَى يَتَامَاهَا حَتَّى بَأْتُوا أَوْ مَاتُوا“^{۱۸}

ترجمہ: ”قیامت کے دن میں اور فکر و غم کی وجہ سے چہرے کی رنگت سے محروم عورت ان دو انگلیوں کی طرح ساتھ ہوں گے۔ حدیث کے راوی حضرت زید بن زریع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی درمیانی انگلی اور شہادت والی انگلی سے اشارہ کر کے بتایا۔ یعنی وہ عورت جو شوہر سے محروم ہو جائے، وہ کسی اچھے اور اعلیٰ خاندان کی شریف اور حسین عورت ہو لیکن وہ اپنے یتیم بچوں کی (اچھی پرورش اور تربیت کی) خاطر دوسرا نکاح نہ کرے تب تک جب تک اس کے بچے اس کی سرپرستی سے علیحدہ ہو جائیں یعنی وہ اپنے پیروں پر کھڑے ہو جائیں یا وہ دنیا سے رخصت ہو جائیں۔“

مرد اور عورت کے درمیان جب از دواجی رشتہ قائم ہو جاتا ہے تو ان کے درمیان ان کی فطری ساخت کے مطابق ذمہ داریاں عائد ہو جاتی ہیں۔ سماج کی تقسیم کے مطابق مرد کے ذمے گھر کی نگرانی، کمانا، حفاظت کرنا، وسائل کی فراہمی، معاشرے کی ذمہ داری اور ملک کی حفاظت وغیرہ جیسے باہر والے کام اس کے ذمے میں آ جاتے ہیں۔ عورت کے ذمے بچوں کی جسمانی اور اخلاقی پرورش کرنا، گھر کی دیکھ بھال، گھر کی اور اپنی عزت و ناموس کی حفاظت کرنا، گھریلو کام کاج کرنا، خاندانی نظام کو سنبھالنا وغیرہ جیسے اہم کام آ جاتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ دونوں کا آپس میں باہم اتفاق لازم ہے۔ گھر اور معاشرے میں پرسکون فضا قائم کرنے کے لئے دونوں کا آپسی محبت، اطمینان، اعتماد اور سکون کے اسباب مہیا کرنا لازمی ہے۔ اسلام نکاح کے رشتے میں جڑ جانے کے بعد ان چیزوں کا تقاضہ کرتا ہے۔

اللہ رب العزت فرماتا ہے:

”وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً ۚ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ“^{۱۹}

ترجمہ: ”اور اللہ کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لئے تم ہی میں سے جوڑے پیدا کئے ہیں تاکہ تم اس ان اس سے سکون حاصل کرو اور اس نے تمہارے درمیان محبت اور ہمدردی رکھ دی ہے۔ اس میں غور کرنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔“

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں میں سے ہر ایک کے ذمہ سکون، ہمدردی اور محبت کے اسباب مہیا کرنا ہے۔ مرد و عورت کے ذمہ الگ الگ ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ ان کو حدیث میں یوں بیان فرمایا گیا ہے:

”عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: ”كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالْأَمِيرُ رَاعٍ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ، وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلَى بَيْتِ زَوْجِهَا وَوَلَدِهِ، فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ“^{۲۰}

ترجمہ: ”تم میں سے ہر ایک نگران ہے اور ہر ایک سے اپنے زیر نگرانی رہنے والے افراد کے بارے میں سوال کیا جائے گا، چنانچہ حاکم (حکمران) جو سب لوگوں پر مقرر ہے اور اس سے اپنے زیر نظر افراد کے بارے میں سوال کیا جائے گا اور مرد اپنے گھر والوں پر نگران ہوتا ہے اور اس سے ان کے بارے میں سوال کیا جائے گا اور عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کے بچوں پر نگران ہوتی ہے اور اس سے ان کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔“

اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جو ابدہ ہونے میں دونوں (مرد اور عورت) برابر ہیں اور ہر ایک کے ذمہ الگ الگ ذمہ داری ہے۔ ہر ایک کے ذمہ الگ دائرہ کار ہے۔ ہر ایک کو الگ الگ اختیار حاصل ہیں، ہر ایک کے ذمے الگ الگ فرائض ہیں۔ اس بات کو ذہن میں رکھنا چاہیے کہ دوسرے کے دائرہ کار کی کوشش کرنا غیر فطری خواہش ہے۔ اسلام نے دونوں کی فطری ساخت کو مد نظر رکھتے ہوئے دونوں کے لیے الگ الگ دائرہ کار مقرر کیے ہیں۔ ایک دوسرے کی فرائض میں مدد کرنا تو قابل تعریف عمل ہے مگر دوسرے کے دائرے کار میں کام کرنے کی خواہش کرنا غیر فطری عمل ہے۔ دوسرے کے دائرہ کار کی تمنا احساس کمتری ہے۔ حالانکہ اللہ رب العزت نے ہر انسان کو محترم اور معزز پیدا فرمایا ہے۔ اللہ رب العزت کا فرمان ہے کہ:

”وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللَّهُ بِهِ بَعْضُكُمْ عَلَى بَعْضٍ ۚ لِلَّهِ جَالٍ نَصِيبٌ مِمَّا كُنْتُمْ سُبُوًا ۚ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِمَّا كُنْتُمْ سُبُوًا ۚ وَاسْأَلُوا اللَّهَ مِنْ فَضْلِهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا“^{۲۱}

ترجمہ: ”جس چیز میں اللہ تعالیٰ نے تم کو ایک دوسرے پر فضیلت دی ہے اس کی آرزو نہ کیا کرو، مردوں کو ان کاموں کا حصہ ملے گا جو انہوں نے انجام دیے ہیں اور عورتوں کو ان کاموں میں سے حصہ ملے گا جو انہوں نے کئے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگتے رہو، بے شک وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔“

اللہ رب العزت نے مرد کو حاکم بنایا ہے

”الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ ۚ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ ۚ وَمِمَّا أَنْفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ ۚ فَالضِّلْحَمُ قَنْبَرٌ لِّلْغَنِيِّ ۚ بِمَا حَفِظَ اللَّهُ“^{۲۲}

ترجمہ: ”مرد عورتوں پر حاکم ہیں، اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک دوسرے پر ترجیح دی ہے اور اس سبب سے کہ مرد اپنا مال خرچ کرتے ہیں اور نیک عورتیں وہ ہیں جو اللہ کی فرماں بردار ہیں اور اللہ کی حفاظت اور نگرانی میں نظروں سے اوجھل اعمال کی نگہداشت کرتی ہیں۔“

عربی زبان میں تو ام کا مطلب خود سے وابستہ کاموں کا انتظام کرنا اور معاشی ذمہ داری لینے والے کو کہتے ہیں۔ اسلام نے عورتوں کو بھی ایسے ہی حقوق دیے ہیں جیسے مردوں کو حاصل ہیں۔ یہ ہی عدل کا تقاضا بھی ہے۔ عورت اپنی جان اور مال کی اس طرح مالک ہے جیسے مرد اپنی جان

اور مال کا مالک ہوتا ہے۔ عورت اپنا نکاح کرنے میں بھی مرد کی طرح خود مختار ہے۔ عورت کو زبردستی نکاح کرنے کے لئے اس کا باپ، بھائی یا دادا بھی مجبور نہیں کر سکتا۔ یہاں تک کہ بیوہ یا مطلقہ بھی خود مختار ہے اور اس کو مرد کی طرح وراثت کے ساتھ سارے مالی حقوق حاصل ہیں۔
مرد کا ایک درجہ

عورتوں کی ذمہ داریاں ایک مخصوص دائرہ کار میں ہوتی ہیں اور ان کی معاشی کفالت اور حفاظت نہ کرنا شریعت اسلام کے منافی بات ہوگی۔ البتہ مرد کے ذمہ گھر سے باہر کی ذمہ داریاں ہوتی ہیں جس کی وجہ سے عورتوں پر ایک درجہ زیادہ فضیلت حاصل ہے۔ قرآن مجید میں عورتوں کے حقوق کو لازمی قرار دینے کے ساتھ ساتھ یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ:

”وَلِلرِّجَالِ عَلَى النِّسَاءِ دَرَجَةٌ“^{۲۳}

ترجمہ: ”مردوں کا عورتوں پر ایک درجہ ہے۔“

شیخ ابو زہرہ اس درجے کی وضاحت کچھ اس طرح کرتے ہیں کہ: ”یہ درجہ مرد کے لئے اس وجہ سے مقرر کیا گیا ہے کیونکہ وہ عام طور پر معاشرے سے میل جول کی زندگی اور اس کے لوازمات کی سمجھ بوجھ زیادہ رکھتا ہے اور اس وجہ سے کہ اس کو اپنے جذبات پر قابو پانے اور اپنے عقل کو حکم پر غالب رکھنے کی زیادہ صلاحیت حاصل ہوتی ہے اور اس کو اپنی ازدواجی زندگی کی بربادی یا خاتمے کی صورت میں مالی نقصان وغیرہ کی بھی زیادہ سمجھ بوجھ حاصل ہوتی ہے۔“^{۲۴}

مردوں کے ذمہ عورتوں کی نگرانی، سہولت، آسائش اور حفاظت کرنے کا کام ہے۔ عورتوں کے سارے خرچے کی ذمہ داری بھی مردوں پر عائد ہوتی ہے۔ میدان جنگ میں جہاد اور قتال بھی مردوں کی ذمہ داری ہے۔ عورتوں کے ذمے میدان جنگ میں قتال کرنا نہیں ہے اور نہ ہی خرچہ ان کے ذمہ ہے۔ اس وجہ سے مردوں کے لیے میراث کا حصہ بھی زیادہ رکھا گیا ہے۔ عورتوں کی ناموس اور عصمت کی حفاظت، ان کا سارا خرچہ، معاشرے کے مطابق جائز مطالبات کا پورا کرنا بھی مردوں کے ہی ذمہ ہے۔ جبکہ حمل، ولادت، اولاد کی پرورش و نگرانی اور گھریلو کام کاج کی نگرانی جیسے عظیم کام عورتوں کے ذمے ہیں۔

عورت گھریلو کاموں کو بہترین طریقے سے سرانجام دے سکتی ہے۔ جس کی وجہ سے اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں یوں فرمایا ہے:

”وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى“^{۲۵}

ترجمہ: ”اور اپنے گھروں میں رہو اور پہلے جہالت والے دور کی طرح اپنی زیب و زینت دکھاتی نہ پھرو۔“

اسلام نے مرد پر یہ فرض عائد کیا ہے کہ گھر کے ماحول کو صحیح رکھے جہاں اولاد ٹھیک طرح سے پرورش پاسکے اور نان نفقہ بھی مرد کے ذمہ لگایا تاکہ عورت ان پریشانیوں سے بے فکر ہو کر بچوں کی پرورش پر زیادہ سے زیادہ وقت صرف کر سکے اور بے فکر ہو کر ان کی پرورش کر سکے اور گھر کی نگرانی صحیح نمونے سے سکون کے ساتھ کر سکے۔ عورت کے مقابلہ میں مرد حلال رزق کی تلاش میں سارا دن باہر رہ کر تھک ہار کر جب گھر آتا ہے تو اس کے پاس اتنا وقت نہیں ہوتا کہ وہ اپنی اولاد کی تربیت اچھے طریقے سے کر سکے۔ عورت کے ذمہ مزدوری کر کے کما کر لانا نہیں

بلکہ وہ گھر کے اندر رہ کر گھر کی نگرانی کرے اولاد کی تربیت اور پرورش کر سکے۔ نان نفقہ سے بے فکر ہو کر اپنی ذمہ داری کو اچھے طریقے سے سرانجام دے سکے۔

عورت کی ساخت کے مطابق ذمہ داری

عورت صنف نازک ہے۔ اسلام نے ہر موڑ پر اس کی ہر طرح سے حفاظت کی ہے۔ اس پر کوئی ایسا بوج بھی نہیں رکھا جو اس کے بس سے بالاتر ہو۔ مرد کے لیے معاشرے کے اندر اجتماعی عبادت بھی لازمی قرار دی گئی مگر عورت کو گھر کے محاذ کو چھوڑنے سے روکا کہ وہ اپنے محاذ پر جمی ہوئی رہے اور اپنے فرض کو اچھے نمونے سے سرانجام دے سکے، کیونکہ عورت کی ذمہ داری نگرانی اور اولاد کی پرورش جیسا عظیم کام لگایا گیا ہے۔ عورت پر اجتماعی عبادت لازم نہ کر کے اس عظیم کام کی اہمیت کو بھی واضح کر دیا۔ عورت کا اجتماعی عبادت سے دور رہنے کا اتنا بڑا نقصان نہیں ہوتا جتنا بڑا نقصان اس کو گھر کے محاذ سے دور رکھنے سے ہو گا۔ اس وجہ سے عورتوں کو گھر کے اندر عبادت کرنے کا حکم فرمایا گیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

”خیر مساجد النساء قعر بیوتھن“^{۲۶}

ترجمہ: ”عورتوں کی بہترین مساجد انہیں کے گھر کے اندر وئی حصے ہیں۔“

جمعہ کی نماز کی اہمیت سے ہر ایک مسلمان اچھے طرح سے واقف ہے مگر عورتوں کو اس سے بھی آزاد رکھا گیا ہے تو تلوار کے جہاد سے بھی آزاد رکھا گیا ہے، حالانکہ جہاد میں عورتوں کی شمولیت احادیث سے ثابت ہے مگر اس کا حکم ثابت نہیں ہے اور نہ ہی ان کی شمولیت کو لازمی قرار دیا گیا ہے، مگر مردوں پر جہاد بالسیف کو فرض قرار دیا گیا ہے۔

عورتوں کا جہاد

اسلام نے گھر کو سنبھالنا عورتوں کا جہاد قرار دیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ: ”تم اپنے گھروں میں مستقل مزاجی سے رہو کیونکہ یہی تمہارا جہاد ہے۔“^{۲۷}

اللہ رب العزت نے مردوں کے جہاد میں رہنے کے دوران عورتوں کو اپنے گھروں کے اندر اپنی ذمہ داریوں میں مصروف رہنے کو مردوں کے برابر جہاد میں نکلنے جتنا اجر اور ثواب رکھا ہے اور ان کو مردوں کے ساتھ جہاد میں شریک قرار دیا ہے۔ اسلام عورت کو بلا ضرورت گھر سے باہر نکلنے کو ناپسند کرتا ہے۔ کما کے لانا جب مرد کے ذمے لگایا گیا ہے تو اب عورت کا گھر سے بنا کسی ضرورت کے نکلنے کا تو کوئی جواز ہی نہیں بنتا۔ یہاں تک کہ اسلام عدت کے دوران بھی گھر میں رہنے کا حق دیتا ہے۔ اسلام جب دورانِ عدت شوہر سے اس کا ازدواجی رشتہ ختم ہو جانے کے باوجود بھی گھر میں رہنے کی اجازت دیتا ہے تو باقی ازدواجی رشتہ برقرار رہتے ہوئے عورت کو گھر سے باہر نکلنے پر مجبور کرنے کی اجازت کیسے دے سکتا ہے؟ اس وجہ سے اسلام عورت کو گھر سے باہر نکالنے پر مجبور کرنے کی ہر گز اجازت نہیں دیتا۔

عورت سے بیجا خدمت کا مطالبہ

اسلام عورت کے ذمے جو بھی خدمات لگاتا ہے اس سے ہٹ کر اس (کے سسرال کی طرف) سے خدمات کا مطالبہ کرنا ناجائز ہے اور ان مطالبات کو پورا کرنا عورت پر لازم نہیں ہے۔ اب اگر عورت اپنی رضا خوشی سے ایسی کوئی بھی خدمت سرانجام دیتی ہے تو وہ کام اس کا قابل تعریف عمل ضرور ہے باقی اس کو اس خدمت کے لیے مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ اس مطالبے کے لئے الگ سے ایک خدمتگار مہیا کیا جائے مگر عورت کو مجبور نہ کیا جائے۔ احادیث کے مطالعے سے صحابیات رضی اللہ عنہن اجماعاً کی ایسی خدمات کا ثبوت ملتا ہے اور وہ خوشی سے ان خدمات کو انجام دیتی رہی ہیں۔ ایسا ہر گز نہیں کہ ان کو ان خدمات کے لئے مجبور کیا گیا تھا۔ جیسے حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نکاح کے بعد گھر کا کام کاج کیا کرتی تھیں، آٹے کی چکی چلانے کی وجہ سے ان کے ہاتھوں پر نشان پڑ گئے تھے۔^{۲۸} حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق زوج حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہم گھر کا سارا کام خود کرتی تھیں یہاں تک کہ وہ اپنے شوہر کے گھوڑوں کی نگرانی وغیرہ بھی خود کیا کرتی تھیں، پانی بھر کر لاتی تھیں اور آٹا گوند ہتی تھیں۔^{۲۹}

عورتوں سے بیجا خدمت کا مطالبہ نہیں کرنا چاہیے اور نہ ہی ان کے ساتھ غلام اور آقا جیسا سلوک روا رکھا جائے۔ عربی زبان میں بیوی اور شوہر کے لئے زوج کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے، اس کا مطلب جوڑا ہوتا ہے اور جوڑا دو ایک ہی جیسی چیزوں کا ہوتا ہے۔ اس سے دونوں مرد اور عورت کا ازدواجی حیثیت میں برابر ہونا ثابت ہوتا ہے۔ عورت کا بلا ضرورت گھر سے نکلنا اسلام ناپسند کرتا ہے اور اس کے ساتھ ضرورت کے تحت باپردہ نکلنے کی اجازت بھی دیتا ہے۔ جیسے محرم رشتے داروں چاچا، ماما، دادا، بھائی، بہن، خالہ وغیرہ اور والدین سے ملاقات یا عیادت کے لیے نکلنا۔ ایسی ضروریات کے لیے گھروں سے نکلنے کے واقعات صحابیات کے بارے میں احادیث کے مطالعہ کرنے سے نظر آتے ہیں۔

خلاصہ

اسلام نے عورت کو مرد کی غلامی سے نکال کر برابر کا درجہ دیا۔ انسانیت کے مساوی حقوق سے نوازا۔ عزت و اکرام والی زندگی عطا کی۔ عورت کو بہت سے دنیاوی کاموں سے آزاد رکھا ہے، اس کو نان نفقہ دینے اور کما کر گھر کی ضروریات کو پورا کرنے کا ذمہ مرد پر لازم کیا ہے۔ صنف نازک کا ہر ذمہ مرد پر لازم کیا تاکہ وہ دنیاوی فکر سے آزاد ہو کر معاشرے کے افراد کی اچھی تربیت کا اہم فریضہ یکسوئی سے سرانجام دے سکے۔ جتنا اہم معاشرتی فریضہ مرد ادا کرتا ہے اتنا ہی اہم معاشرتی کام عورت بھی سرانجام دیتی ہے۔ کچھ کام صرف مرد کے ہی کرنے ہوتے ہیں اور کچھ کام صرف عورتوں کے لئے ہی خاص ہیں۔ ایک دوسرے کے مخصوص دائرہ کار میں دخل دینا قابل مذمت کام ہے۔ اسلام ایسی مشابہت کی اجازت نہیں دیتا۔ عورت سے بیجا خدمت کا مطالبہ کرنا بھی غیر شرعی امر ہے۔ اس سے اجتناب کیا جائے۔

سفارشات

۱۔ مرد و عورت کی ذمہ داریوں میں فرق ہے۔ علماء کرام اور مقررین حضرات کو چاہیے کہ وہ اپنی نصائح اور تقاریر میں عورتوں کے حقوق اور ذمہ داریوں کو بیان کر کے عوام کو ان سے آگاہ کریں۔

- ۲۔ مختلف اداروں اور تعلیمی مراکز عورت کی ذمہ داری کو عام کر کے عوام تک اس کی آگاہی دینے کے لئے کالج اور یونیورسٹی کی سطح پر مختلف اوقات میں لیکچرز، سیمینار اور کانفرنسوں کا انعقاد کروایا جائے۔ ایسے آگاہی پروگراموں میں اہل علم حضرات کو اس موضوع پر بیان کرنے کے لئے مدعو کیا جائے، عوام کو بھی ایسے پروگراموں میں آنے کی اجازت دی جائے اور ایسے پروگراموں کی خوب تشہیر کی جائے، ان کی رکارڈنگ کر کے الیکٹرانک میڈیا کے ذریعے نشر کی جائے تاکہ یہ پیغام زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچ جائے۔
- ۳۔ محققین اور اہل قلم کو چاہیے کہ وہ اپنے تصنیفات میں صنف نازک کی اصل ذمہ داریوں اور حسن سلوک پر رقم طرازی کریں۔ ان کو اپنے تحقیقی مضامین کے عنوانات بنائیں۔
- ۴۔ اسکالرز، محققین اور مقررین کو چاہیے کہ وہ عوام میں عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے اور ان پر ان کی ذمہ دار سے زیادہ بوجہ نہ ڈالنے کی ترغیب دینے کی تعلیمات کو عام کریں۔
- ۵۔ سوشل میڈیا کو اس میں مثبت کام کرنا چاہیے۔

حواشی و حوالہ جات

- ^۱ القرآن ۲: ۲۲۸۔
- ^۲ عثمانی، محمد شفیع، مفتی، معارف القرآن، سورۃ البقرہ آیت ۲۲۸، ادارۃ المعارف، کراچی ۱۳۲۷ھ۔
- ^۳ البیضاوی، عبد اللہ بن عمر، ناصر الدین، انوار التنزیل و اسرار التاویل، ج ۱، ص ۱۴۴، سورۃ البقرہ آیت ۲۳۲، دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۱۸ھ۔
- ^۴ بخاری، امام، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، باب غلام پر دست درازی کرنا اور یوں کہنا کہ یہ میرا غلام ہے یا لونڈی مکروہ ہے، حدیث نمبر ۲۵۵۴۔
- ^۵ القرآن ۶: ۶۶۔
- ^۶ القرآن ۴: ۳۴۔
- ^۷ القرآن ۲: ۲۳۶۔
- ^۸ القرآن ۴: ۴۔
- ^۹ القرآن ۳: ۷۶۔
- ^{۱۰} عثمانی، محمد شفیع، مفتی، معارف القرآن، سورۃ الاحزاب آیت ۳۵، ادارۃ المعارف، کراچی ۱۳۲۷ھ۔
- ^{۱۱} القرآن ۳۳: ۳۵۔
- ^{۱۲} القرآن ۳: ۱۹۵۔
- ^{۱۳} القرآن، سورۃ النحل ۱۶: ۹۷۔

- ^{۱۴} ابو داؤد، امام، سلیمان بن اشعث بختانی، سنن ابی داؤد، ج ۱، باب آدمی خواب میں تری پائے تو غسل کرے، حدیث نمبر ۲۳۶۔
- ^{۱۵} ابن قیم، محمد بن ابی بکر، شمس الدین، علام الموقعین، عن رب العالمین (تحقیق عبدالسلام ابراہیم)، ج ۱، ص ۲۰۱، دارالکتب العلمیہ بیروت۔
- ^{۱۶} شاہ ولی اللہ، محدث الدہلوی، حجت اللہ البالغہ، ج ۱، ص ۱۲۹، قدیمی کتب خانہ، کراچی ۱۴۱۸ھ۔
- ^{۱۷} الطبرانی، سلیمان بن احمد، ابوالقاسم، المعجم الاوسط، ج ۷، ص ۲۰، دارالحررین، قاہرہ۔
- ^{۱۸} ابو داؤد، سنن ابی داؤد، باب یتیم کی کفالت کرنے والے کی فضیلت کا بیان، حدیث نمبر ۵۱۴۹۔
- ^{۱۹} القرآن ۲۱:۳۰۔
- ^{۲۰} بخاری، امام، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، کتاب البخاری، کتاب الزکات، باب بیوی اپنے شوہر کے گھر کی حاکم ہے، حدیث نمبر ۵۲۰۰۔
- ^{۲۱} القرآن ۴:۳۲۔
- ^{۲۲} القرآن ۴:۳۴۔
- ^{۲۳} القرآن ۲:۲۲۸۔
- ^{۲۴} ابوزہرہ، محمد بن احمد، الاحوال الشخصیہ، ص ۱۷۰، ادرۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی ۱۴۰۷ھ۔
- ^{۲۵} القرآن، سورۃ الاحزاب ۳۳:۳۳۔
- ^{۲۶} امام احمد بن حنبل، المسند، ج ۴۴، ص ۱۶۵، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت ۱۴۲۱ھ۔
- ^{۲۷} ایضاً ج ۴۰، ص ۴۵۸۔
- ^{۲۸} معمر بن راشد الازدی البصری، الجامع، ج ۱۱، ص ۳۳، مجلس علمی، کراچی ۱۴۰۳ھ۔
- ^{۲۹} بخاری، امام، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب الزکات، باب غیرت کا بیان، حدیث نمبر ۵۲۲۴۔